قال اللہ تعالیٰ

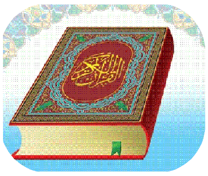

اَفَمَنۡ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ وَیَتۡلُوۡہُ شَاہِدٌ مِّنۡہُ وَمِنۡ قَبۡلِہٖ کِتٰبُ مُوۡسٰۤی اِمَامًا وَّرَحۡمَۃً ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ ؕ وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِہٖ مِنَ الۡاَحۡزَابِ فَالنَّارُ مَوۡعِدُہٗ ۚ فَلَا تَکُ فِیۡ مِرۡیَۃٍ مِّنۡہُ ٭ اِنَّہُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ○ (الھود:۱۸-۱۹)

ترجمہ: پس کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہے اور اس کے پیچھے اس کا ایک گواہ آنے والا ہے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بطور امام اور رحمت موجود ہے (وہ جھوٹا ہو سکتا ہے؟) یہی (اس موعود رسول کے مخاطبین بالآخر) اسے مان لیں گے۔ پس جو بھی احزاب میں سے اس کا انکار کرے گا تو آگ اس کا موعود ٹھکانہ ہوگی۔ پس اس بارہ میں تو کسی شک میں نہ رہ۔ یقیناً یہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عن حذیفة بن یمان ؓقال: قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم اذ مضت الف و ما ئتان و اربعون سنة یبعث الله المھدی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب 1240 سال گزر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ مہدی کو مبعوث فرمائے گا۔ (روایت حضرت حذیفہ بن یمانؓ، بحوالہ النجم الثاقب جلد 2 صفحہ 209)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہمارے ہادی اور سید مولیٰ جناب ختم المرسلین نے مسیح اوّل اور مسیح ثانی میں مابہ الامتیاز قائم کرنے کیلئے صرف یہی نہیں فرمایا کہ مسیح ثانی ایک مرد مسلمان ہوگا اور شریعت قرآنی کے موافق عمل کرے گا۔ اور مسلمانوں کی طرح صوم و صلوٰۃ وغیرہ احکام فرقانی کا پابند ہوگا اور مسلمانوں میں پیدا ہوگا اور ان کا امام ہوگا اور کوئی جداگانہ دین نہ لائے گا اور کسی جداگانہ نبوت کا دعویٰ نہیں کرے گا بلکہ یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ مسیح اوّل اور مسیح ثانی کے حلیہ میں بھی فرق بیّن ہوگا۔ چنانچہ مسیح اوّل کا حلیہ جو آنحضرت ﷺ کو معراج کی رات میں نظر آیا وہ یہ ہے کہ درمیانہ قد اور سرخ رنگ اور گھنگروالے بال اور سینہ کشادہ ہے۔ (دیکھو صحیح بخاری صفحہ 489) لیکن اسی کتاب میں مسیح ثانی کا حلیہ جناب ممدوح نے یہ فرمایا ہے کہ وہ گندم گون ہے اور اس کے بال گھنگروالے نہیں ہیں اور کانوں تک لٹکتے ہیں۔ اب ہم سوچتے ہیں کہ کیا یہ دونوں میز علامتیں جو مسیح اول اور ثانی میں آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی ہیں کافی طور پر یقین نہیں دلاتیں کہ مسیح اول اور ہے اور مسیح ثانی اور۔ ان دونوں کو ابن مریم کے نام سے پکارنا ایک لطیف استعارہ ہے جو باعتبار مشابہت طبع اور روحانی خاصیت کے استعمال کیا گیا ہے۔ (توضیح المرام صفحہ 58-60)

خلافت سے فیض پانے کی شرط

’’تمکنت حاصل کرنے اور نظام خلافت سے فیض پانے کیلئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ نماز قائم کرو۔ کیونکہ عبادت اور نماز ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی ہوگی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس انعام کے بعد اگر تم میرے شکرگزار بنتے ہوئے میری عبادت کی طرف توجہ نہیں دو گے تو نافرمانوں میں سے ہوگے۔ پھر شکرگزاری نہیں ناشکرگزاری ہوگی اور نافرمانوں کیلئے خلافت کا وعدہ کا نہیں ہے بلکہ مومنوں کیلئے ہے۔ پس یہ انتباہ ہے ہر اس شخص کیلئے جو اپنی نمازوں کی طرف توجہ نہیں دیتا کہ نظام خلافت کے فیض تم تک نہیں پہنچیں گے۔‘‘ (خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 151)

کلام الامام

وہ آیا، منتظر جس کے تھے دن رات
معمہ کھل گیا ، روشن ہوئی بات
دکھائیں آسماں نے ساری آیات
زمیں نے وقت کی دے دیں شہادات
پھر اسکے بعد کون آئے گا ہیہات
خدا سے کچھ ڈرو چھوڑو معادات
خدا نے اِک جہاں کو یہ سنا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
مسیحِ وقت اب دنیا میں آیا
خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مبارک وہ، جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے انکو ساقی نے پلادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

گندم کے پیسے لیکر باہر آئے تو...

صوفی محمد عبداللہ صاحب چک نمبر 91/10-R ضلع خانیوال کی ایک مرتبہ گندم کی فصل تھوڑی ہوئی، جو گندم پیدا ہوئی وہ انہوں نے ساری کی ساری راہ خدا میں مستحقین کو تقسیم کردی۔ گھر آئے تو بیوی نے پوچھا کہ گندم نہیں لائے؟ جواب دیا کہ گندم تھوڑی تھی اور ضرورت کے لئے ناکافی تھی، اس لئے ساری کی ساری راہ خدا میں مستحقین کو تقسیم کردی ہے، خدا خود ہی ہمارا انتظام کردے گا۔ ابھی دو یا تین دن ہی گزرے تھے کہ ایک شخص دس، پندرہ گدھوں پر گندم کی بوریاں لادے ان کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ کیا آپ نے گندم خریدنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں! اور ساتھ ہی کہا کہ ساری بوریاں میرے گھر کے صحن میں الٹا دو، اس شخص نے ساری بوریاں آپ کے صحن میں الٹا دیں۔ اس دوران صوفی صاحب اپنے گھر سے گندم کے پیسے لینے گئے، جب گندم کے پیسے لے کر باہر آئے تو وہ شخص وہاں سے غائب تھا۔ ادھر اُدھر سے پوچھا، لیکن اس شخص کا کوئی سراغ نہ ملا اور نہ ہی بعد میں کبھی اس کا پتہ لگ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کے لئے اپنی صفت ’کُن فیکون‘ کا نظارہ دکھایا۔ (از انصار الدین برطانیہ-ستمبر، اکتوبر 2014)

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کی سالانہ تقریب عشائیہ 14 فروری 2015 کو طاہر ہال بیت الفتوح لندن میں منعقد ہوئی، جسے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی شمولیت سے رونق بخشی۔ الحمدللہ۔

اس اہم تقریب کی رُوداد، تصاویر اور اس موقع پر حضور انور کے خطاب کا متن قائین المنار کی خدمت میں ان شاء اللہ آئندہ اشاعت میں پیش کیا جائے گا۔

غلام

(ڈاکٹر محمد داؤد مجوکہ۔ جرمنی)

صبح سویرے وہ اپنے گاؤں سے کچھ سامان لے کر شہر کی جانب روانہ ہوا، یہی اس کا معمول تھا۔ گاؤں کی تیار کردہ چیزیں شہر میں مناسب قیمت پر فروخت کر کے وہ کچھ پیسے کما لیتا تھا۔ اس کے گزر اوقات کو یہ کام کافی ہو جاتا، زیادہ کی اسے نہ ضرورت تھی نہ حرص۔ اس روز بھی معمول کی طرح سخت گرمی تھی۔ ایسے میں وہ اپنے کام میں مگن، گاہکوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں مصروف تھا۔ گرمی سے پسینہ اس کے سارے بدن پر جاری تھا۔ جس سے بازار میں اڑنے والی دھول اس کے جسم پر چپک کر اس کی جلد پر ایک اور جلد بناتی جاتی تھی۔ کچھ لوگ اس کی یہ ہیئت کذائی دیکھ کر آگے گزر جاتے تو کبھی کوئی رُک کر کچھ پوچھ لیتا۔ کبھی وہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کو آواز لگاتا تو کبھی کسی دوسرے کی آواز سنتا، ایسے میں وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوتا۔ آج بھی اُس کی معمول کی سرگرمیاں جاری تھیں کہ اچانک اُسے کچھ عجیب سا احساس ہوا۔ پھر یوں ہوا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، لمحہ بھر کو تو اسے سمجھ ہی نہ آئی کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا تھا۔

وہ ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھنے والا عام سا دیہاتی شخص تھا، شہری رکھ رکھاؤ سے آزاد، بے ساختہ و بے تکلف، اپنی دنیا میں مگن لیکن اخلاص و انکسار کے جوہر بیش بہا کا مالک۔ وہ دنیاوی دولت سے تہی تو تھا ہی، ظاہری جسمانی ساخت کے لحاظ سے بھی کچھ زیادہ خوش قسمت واقع نہ ہوا تھا۔ سیاہ رنگت، قدرے کوتاہ قد اور شکل و صورت بھی واجبی سی بلکہ بدصورتی کی طرف مائل۔ لوگوں کے لئے اس کی دنیاوی حیثیت اور ظاہری صورت حال اس سے کترانے کو کافی تھی۔ اگر کسی کو اس سے کچھ لینا دینا ہوتا تو کام نمٹاتا اور جلد ہی اپنی راہ لیتا۔ حقارت بھری نگاہیں، جو کسی حساس دل کو پھاڑ کر ہی تو نکل جائیں، اس کے لئے انوکھی نہ تھیں۔ نہ ہی وہ ترحّم پر مبنی ان نظروں سے ناآشنا تھا جو مرہم سے زیادہ زخم لگانے کا کام کرتی ہیں، لیکن اس نے اس سب کے ساتھ سمجھوتا کرنا سیکھ لیا تھا۔ اپنی کم مائیگی و بے بضاعتی کا اسے اقرار تھا، اور پورا احساس، اپنی قسمت پر وہ راضی تھا، اور اسی لئے اطمنان کی لازوال دولت سے مالا مال۔

انسان اگر سچائی کی نظر سے اپنے آپ کو دیکھنے کی کوشش کرے تو لامحالہ پہچان لے کہ درحقیقت وہ لاشیئ محض ہے۔ کچھ بھی تو اس کے پلے نہیں جو اس کا کارنامہ ہو اور وہ اس پر اترا سکے۔ کوئی صلاحیت نہیں جو اس نے خود حاصل کی ہو، کوئی کام نہیں جو وہ اپنے زور بازو سے کر سکے۔ ہر ایک صلاحیت اور ہر ایک کام کی توفیق خدا کے فضل پر منحصر ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ اپنے زور بازو سے کچھ حاصل نہیں کر سکتا بلکہ کسی چیز سے استفادہ کرنے پر بھی قادر نہیں۔ قادر مطلق چاہے تو ٹوٹا ہوا کام بنا دے، چاہے تو بنا بنایا توڑ دے، کوئی ہے جو اس کی عمیق حکمتوں کے بھید پا سکے۔ جب جس صلاحیت و طاقت کو چاہے سلب فرما لے، کسی فرش نشین کو فلک بوس کر دے تو کسی کو آسمان کی رفعتوں سے قعر مذلت میں گرا دے، ایسے دنیاوی اور روحانی انقلابات اور تصرّفات کی مثالیں آئے دن منظر عام پر آتی رہتی ہیں۔ اگر انسان اپنی حالت پر غور کرے تو جان لے کہ کسی نہ کسی لحاظ سے وہ دنیا بھر میں کم ترین ہے۔ خود آگہی کی یہی وہ منزلیں ہیں جن پر تکبر اور انانیت کے بت ٹوٹ کر رفتہ رفتہ حقیقی عجز و انکسار دل میں جڑ پکڑتے جاتے ہیں، ورگرنہ اپنے آپ کو محض خاکسار و کمترین کہنے سے کوئی منکسر مزاج نہیں بنتا۔ بسا اوقات تو حسب و نسب، مال و دولت، علم و عرفان، اثر و رسوخ، پیری و پیروکاری، ملکہ تحریر و تقریر، مناصب عالیہ اور صد افسوس کہ گاہے تقویٰ و اخلاص اور خدمت گزاری بھی تکبر پر منتج ہو جاتے ہیں۔ نتیجہ جس کا معلوم اور انجام عبرت ناک ہے۔

آنحضور ﷺ نے اخلاق خدا تعالیٰ سے سیکھے تھے اور خوب سیکھے تھے۔ جس طرح خدا کی نگاہ انسان کے دل، اس کے اخلاص، اس کے صدق، اس کے عقد ہمت پر ہوتی ہے اسی طرح آپ ﷺ کی نگاہ بھی دلوں پر ہوتی تھی۔ ظاہری شکل و صورت اور دنیادی حیثیت اس کی راہ میں حائل نہ ہوتی تھیں۔ اس روز جو آپ ﷺ نے سلع میں حضرت زاھرؓ بن حرام الاشجعی کو سر بازار اپنے کام میں مگن اور لوگوں کا آپ کے ساتھ برتاؤ دیکھا تو خاموشی سے جا کر عقب سے آپؓ کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دئے کہ بوجھیں کون ہے؟ زاھرؓ ایک لمحہ کو تو حیرت میں مبتلا ہوئے کہ مجھ جیسے بے حیثیت شخص سے کون ایسا کر سکتا ہے؟ پھر پہچان لیا کہ یہ آپ ﷺ ہی ہیں اور خوب جانتے تھے کہ مجھ ایسے شخص کے ساتھ پیار کا سلوک صرف آپ ﷺ ہی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ موقع غنیمت جانتے ہوئے لگے آپ ﷺ کے سینے کے ساتھ اپنا چہرہ رگڑنے۔ آپ ﷺ نے جو دیکھا کہ زاھرؓ پہچان کر اٹھکیلیاں کر رہے ہیں تو مزید اظہار محبت کے طور پر فرمایا کہ ہے کوئی مجھ سے ایک غلام خریدنے والا؟ زاھرؓ نے جب یہ فرمان شاہی سنا تو اپنی بے بضاعتی اور ظاہری صورت پر نظر کرتے ہوئے کمال انکسار سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ مجھے تو گھاٹے کا سودا ہی پائیں گے۔ آپ ﷺ جو غرباء و مساکین کی عزت نفس بحال کرنے آئے تھے اور ایک باریک بین ماہر جوہری کی طرح ظاہر کے پیچھے چھپی زاھرؓ کی حقیقی قیمت جانتے تھے، فوراً فرمایا کہ نہیں! اللہ کے نزدیک تو تم بہت منافع بخش ہو!

حضرت زاھرؓ آپ ﷺ کے ساتھ بے پایاں اخلاص و محبت کا تعلق رکھتے تھے، بے ساختہ و بے تکلف دیہاتی ہونے کی بنا پر جب اپنے گاؤں سے مدینہ آتے تو آپ ﷺ کے لئے کوئی نہ کوئی چیز بطور تحفہ لے آتے جو کہ ظاہر ہے کہ دیہاتی اشیاء ہی ہوتی تھیں۔ آپ ﷺ ان بے تکلفانہ تحائف کو قبول فرماتے اور ان کی جگہ زاھرؓ کو شہری اشیاء پر مشتمل تحائف عطا فرماتے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے عرب رواج کے حوالہ سے فرمایا کہ ہر شہری کا ایک دیہاتی ہوتا ہے۔ اور آل محمد ﷺ کا دیہاتی زاھرؓ بن حرام ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور ﷺ کے اہل خانہ کے ساتھ بھی آپ اسی طرح اخلاص کا تعلق رکھتے تھے۔

حضرت زاھرؓ کے حالات زندگی محفوظ نہیں۔ آنحضور ﷺ کے یہی دونوں اقوال ہی آپؓ کے متعلق منقول ہیں اور ہر دوسری شئے پر بھاری ہیں۔ زاھرؓ کی اولاد یا اہل خانہ کے متعلق بھی کوئی معلومات نہیں ملتیں۔ آپؓ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ بدری صحابہؓ میں شامل تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپؓ کوفہ تشریف لے گئے تھے۔ حضرت زاھرؓ سے احادیث بھی منقول نہیں جو کہ ان کے آنحضور ﷺ کے ساتھ لمبے اور نزدیکی تعلق کے پس منظر میں عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔ آپؓ شہر سے دور تو رہتے ہی تھے، ممکن ہے آپ ﷺ کی وفات کے بعد میل ملاقات کا سلسلہ بالکل ہی کم کر دیا ہو یا آپ ﷺ کے جلد بعد ہی وفات پائی ہو۔ آغاز میں احادیث کو نقل کرنے کا رواج عام نہ ہوا تھا چنانچہ متعدد کبار صحابہؓ سے بہت کم احادیث مروی ہیں جس کی بڑی وجہ ان کی جلد وفات یا دنیاوی تعلقات سے کنارہ کشی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مآخذ: ابن عبدالبر، الاستعاب فی اسماء الاصحاب، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ابن حجر عسقلانی، بخاری، تاریخ الکبیر، ابن قانع، معجم الصحابہ)

ڈاکٹر مہدی علی شہید کے منظوم مجموعۂ کلام ’برگِ خیال‘ کا تعارفی پروگرام

(زیر اہتمام ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ)

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ نے مورخہ 9 جنوری 2015 بروز جمعۃ المبارک بیت الفتوح لندن میں مکرم و محترم ڈاکٹر مہدی علی بشیر الدین قمر شہید کے منظوم مجموعۂ

کلام ’’برگِ خیال‘‘ کے تعارفی پروگرام کا اہتمام کیا۔ اس تقریب کی صدارت مکرم و محترم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت احمدیہ برطانیہ نے کی جس کے خصوصی مہمان مکرم و محترم ہادی علی چوہدری صاحب مربی سلسلہ و پرنسپل جامعہ احمدیہ کینیڈا تھے۔ دیگر خصوصی مہمانوں

میں مکرم و محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن، محترم مولانا نسیم احمد باجوہ صاحب امام مسجد بیت الفتوح، مکرم رانا مشہود احمد صاحب جنرل سیکریٹری جماعت احمدیہ یوکے شامل تھے۔ سٹیج سیکریٹری کے فرائض مکرم عطاء القادر طاہر صاحب نے ادا کئے۔

تقریب کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جو مکرم مولانا نسیم احمد باجوہ صاحب نے کی۔ جس کے بعد مکرم عمر شریف صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام پیش

کیا۔ صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ، مکرم مبارک احمد صدیقی صاحب نے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور پروگرام کے بارہ میں تعارفی کلمات بیان کئے۔ مکرم آصف محمود باسط صاحب نے شہید ڈاکٹر مہدی علی صاحب کی شاعری پر مشتمل کتاب ’’برگ خیال‘‘ پر اپنے جامع تبصرہ میں کہا کہ یوں تو مختلف شعرائے کرام کے مجموعہ ہائے کلام پڑھنے کو ملتے رہتے ہیں، مگر کسی شہید کے مجموعہ کلام پر تبصرہ ان کیلئے پہلا موقع ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ کبھی محترم ڈاکٹر مہدی علی صاحب سے نہیں

ملے، لیکن کتاب برگِ خیال پڑھتے ہوئے انہیں معلوم ہوا کہ شہید مرحوم نے زندگی بھی شہیدوں جیسی گزاری ہے۔ انہوں نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اُس

خطبہ جمعہ کا بھی حوالہ دیا جس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے شہید مرحوم کی زندگی اور شہادت کا ذکر فرمایا تھا۔

محترم آصف محمود باسط صاحب کے بعد مکرم چوہدری ہادی علی صاحب نے جو مکرم ڈاکٹر مہدی علی شہید کے بھائی ہیں، نے اپنے جذبات کا اظہار کیا اور مکرم ڈاکٹر مہدی علی شہید کی

کچھ نظمیں پڑھ کر سنائیں۔ محترم ہادی علی چوہدری صاحب اپنے اور ہمارے اس پیارے شہید بھائی کا ذکر خیر کرتے ہوئے آبدیدہ ہو گئے۔ انہوں نے شہید مرحوم کی اللہ تعالیٰ سے، خلافت سے اور جماعت سے محبت کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ مکرم ڈاکٹر مہدی علی شہید صاحب

کے اعزازات کا سلسلہ انکی شہادت کے بعد بھی جاری ہے اور ابھی حال ہی میں انہیں بہترین ہارٹ سرجن کے ایک اور ایوارڈ سے بھی نوازا گیا ہے۔

محترم ہادی علی صاحب کے خطاب کے بعد مکرم عمر شریف صاحب نے ’’برگ خیال‘‘ میں سے ایک نظم خوش الحانی سے سنائی، جس کے بعد مکرم و محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ برطانیہ کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ آپ نے ڈاکٹر مہدی علی شہید کی زندگی کا مختصر خاکہ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکرم ڈاکٹر مہدی علی صاحب کو اپنے تعلیمی دور میں شروع سے ہی اعزازات ملنے کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ کے حوالہ سے شہید مرحوم کی اعلیٰ صفات کا ذکر کیا۔ تقریب کے اختتام پر محترم امیر صاحب نے اجتماعی دعا کروائی۔

یاد رہے کہ مکرم و محترم ڈاکٹر مہدی علی بشیر الدین قمر صاحب تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے سابق طالبعلم تھے اور امریکہ میں ایک معروف ہارٹ سرجن تھے، جنہیں 26 مئی 2014 کو ربوہ کی سر زمین پر شہید کر دیا گیا۔ (رپورٹ: شعبہ اشاعت ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ)

المنار نیوز لائن

تعلیم الاسلام کالج سے تعلق رکھنے والے کئی احباب گزشتہ دنوں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ان کا مختصر ذکر خیر اس کالم میں کیا جا رہا ہے۔اللہ تعالیٰ ان سب مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور اپنی رضا کی جنتوں میں داخل فرمائے۔آمین۔

مکرم حبیب الرحمن ساحرؔ میرے بچپن کے دوستوں میں سے تھے۔آپ محترم پروفیسر میاں عطاء الرحمن صاحب مرحوم کے صاحبزادے تھے۔ربوہ میں ہمارا بچپن دارالرحمت وسطی میں اکٹھے گزرا،سکول میں بھی اکٹھے پڑھے،ٹی آئی کالج میں M.Sc کی پہلی کلاس میں پڑھنے کا اعزاز بھی اکٹھے پایا۔نتیجہ نکلنے سے قبل ہی مکرم پروفیسر نصیر احمد خان صاحب مرحوم کی سفارش پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ہم دونوں کو شعبہ فزکس میں لیکچرار مقرر فرما دیا۔اس کے چار سال بعد خاکسار سیرالیون جماعت کے ایک سکول میں بطور وائس پرنسپل چلا گیا،جبکہ برادرم حبیب الرحمن صاحب کافی عرصہ تعلیم الاسلام کالج میں پڑھاتے رہے۔بعد ازاں آپ امریکہ چلے گئے۔آپ کے بڑے بھائیوں میں محترم لطف الرحمن محمود صاحب اور مکرم لطف المنان صاحب میرے اساتذہ ہیں۔

محترم حبیب الرحمن صاحب بہت اخلاص سے جماعتی خدمت کیا کرتے تھے۔جب انہیں محلہ میں خدام الاحمدیہ کے معتمد اور خاکسار کو بطور زعیم خدمت سپرد ہوئی تو اس دور میں ہماری مجلس کو بہترین قیادت کا اعزاز عطا ہوا۔

حبیب الرحمن صاحب اوائل جوانی سے ہی شعروشاعری سے شغف رکھتے تھے اور شاعری میں ”ساحرؔ“ کے تخلّص سے موسوم تھے۔جب ہماری M.Sc کی کلاس کی سالانہ تقریب ہوئی تو انہوں نے اس موقع پر اپنا سنجیدہ اور پُرلطف و پُرمزاح کلام سنا کر خوب داد پائی۔شعروشاعری سے ان کا تعلق عمر بھر رہا،بہت اعلیٰ پائے کا کلام لکھا،جو جماعتی جرائد کی زینت بنتا رہا۔مرحوم تعلیم الاسلام کالج کے ایک نہایت ذہین طالب علم اور ایک قابل لیکچرار تھے،نہایت ہمدرد اور مخلص دوست تھے۔اللہ تعالیٰ مرحوم ومغفور کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

(آصف علی پرویز)

(2) مکرم سیّد منصور احمد بشیر صاحب (1939-2014) میرے کلاس فیلو دوست سیّد منصور بشیر صاحب شریف النفس،خاموش طبع اور بہت محنتی تھے۔تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے بی ایس سی کرنے کے بعد جامعہ احمدیہ ربوہ سے فارغ التحصیل ہوئے اور کینیڈا کے ابتدائی مبلغ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔آخری مرتبہ ان سے ملاقات 1962 میں ہوئی،جبکہ وہ مکرم مرزا لطف الرحمن صاحب کے ہمراہ انگریزی ترجمہ کی نظر ثانی کر رہے تھے۔اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

(3) مکرم رشید احمد صابر صاحب (اکاؤنٹنٹ ٹی آئی کالج ربوہ) مکرم رشید صابر صاحب تعلیم الاسلام کالج کے پرانے ہمکار تھے۔کالج کے علاوہ فضل عمر ہوسٹل کے آفس میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔میری لینڈ امریکہ میں آپ کی وفات بعمر 80 سال ہوئی۔1991 سے 2006 تک جماعت احمدیہ امریکہ کے اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ میں خدمت کی توفیق پائی۔بہت پیار اور محبت کرنے والی شخصیت تھے۔اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔آمین۔ (پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف خان۔فلاڈلفیا،امریکہ)

(4) مکرم تعظیم احمد ملک صاحب (کینیڈا)

مکرم تعظیم احمد ملک صاحب کی وفات کچھ عرصہ قبل کینیڈا میں ہوئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔آپ 1960 کے عشرے میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں زیر تعلیم رہے۔اپنے کلاس فیلوز کے ہمراہ ذیل کے گروپ فوٹو میں مرحوم کی تصویر بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

گروپ فوٹو:دائیں سے بائیں مسعود فاروقی،نسیم گجراتی،مسعود پرویز،ادریس،تعظیم ملک،سفیر،ذکریا ورک،یوسف شیخ،بشارت نذیر،ہدایت اللہ ہادی،جاوید سلطان اور جاوید خان۔میز پر: ماسٹر حبیب احمد صاحب اور منیر الحق شاہد۔

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا طاہر احمد خان شہید

(منصور احمد۔میری لینڈ،امریکہ)

کچھ لوگ دنیا میں نہایت قلیل عرصہ کے لئے آتے ہیں مگر ایسی یادیں چھوڑ جاتے ہیں جو بھلائے نہیں بھولتیں اور ہمیشہ ہمیش کے لئے دل و دماغ پر نقش رہتی ہیں۔یہی حال میرے چھوٹے بھائی عزیزم طاہر احمد خان شہید کا تھا جو تعلیم الاسلام کالج کے فرسٹ ایئر (پری انجینیرنگ) کا طالبعلم تھا۔17 برس کی عمر،بے رحم لہروں سے نا آشنا،21فروری 1974ء کو دریائے چناب کی نذر ہو گیا،اناللہ وانا الیہ راجعون۔

گو شہید عمر میں مجھ سے 5 برس چھوٹا تھا مگر ہم دونوں گہرے دوستوں کی طرح تھے۔اللہ اللہ کیا بات کہ ربوہ کا پاکیزہ ماحول،عرفان کی باتیں کرنے،محبوبِ خدا پر مرنے والے فرشتے سادہ لباس میں نظر آتے تھے۔اس ماحول میں پروان چڑھنے والا شہید بچپن سے اطفال الاحمدیہ کا سرگرم رُکن،جماعتی کاموں میں ہمیشہ آگے،کھیل کے میدان میں منجھا ہوا،فٹ بال،باسکٹ بال اور کرکٹ کا بہترین کھلاڑی بلکہ تعلیم الاسلام ہائی اسکول کی کرکٹ ٹیم کا کپتان رہنے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔

علمی میدان میں گو عمر نے اس کے ساتھ وفا نہیں کی مگر اس کا علمی مطالعہ بہت وسیع تھا جس کا اندازہ اس کی گفتگو سے بخوبی ہوتا تھا۔خلافت لائبریری کا بہت عرصہ سے ممبر تھا،اس کا لائبریری کا ،کارڈ ہمیشہ کتب کے اندراج کی مہروں سے پُر رہتا تھا،فرصت کے اوقات میں کتب کا مطالعہ کرنا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔

نہایت کم گو،ہمیشہ چہرے پر مسکراہٹ،کسی سے جھگڑا نہیں بلکہ جھگڑے کی فضا سے ہی دور رہتا،شُستہ مذاق،بڑوں کا ادب کرنے والا اور چھوٹوں سے نہایت شفقت سے پیش آنے والا ہر دلعزیز انسان تھا۔گھریلو کاموں کی ذمہ داری اس طرح ادا کرتا جیسے اس کے علاوہ گھر میں کوئی اور کام کرنے والا نہیں ہے۔انسانوں کی خدمت کیلئے ہمہ وقت تیار،خصوصیت سے ناداروں کی خدمت اور ان کا سودا سلف لانا اور ہمیشہ خدمت کیلئے حاضر رہنا اس کی طبیعت میں شامل تھا۔خدمت خلق کا یہ دائرہ صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ جانوروں سے بھی بے پناہ محبت تھی۔شہید نے ایک طوطا اور ایک بلّا بھی پال رکھا تھا۔ان کی دیکھ بھال اور ان کے رزق کا انتظام کرنا بھی اپنا اوّلین فرض سمجھتا تھا۔

شہید کا جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پڑھایا جس میں ہزاروں لوگ شامل ہوئے۔خاکسار کے والد ڈاکٹر محمد احمد مرحوم سے کسی دوست نے کہا کہ ”ڈاکٹر صاحب لگتا ہے آج اللہ تعالیٰ نے آپ سے ابراہیمی قربانی مانگی ہے۔“اس پر والد صاحب مرحوم نے فرمایا:”میں اس قربانی کے لئے تیار ہوں“ واللہ مومن کی یہی شان ہوتی ہے۔

جانے والے نے تو جنت میں بسائی دنیا
رہنے والوں کا یہاں کیسے گزارا ہوگا

☆☆

جستہ جستہ

ہم جس معاشرہ میں سانس لیتے ہیں اس میں ذہنی کشمکش اور دل گرفتگی سے نجات نہیں۔ ایسے میں کوئی پرلطف واقعہ، کوئی مزاحیہ فقرہ یا ظرافت سے بھرا ایک شعر ماحول کو متبسم اور سوچ کو انبساط سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ چند لمحوں کے لئے ہی سہی ذہنی تناؤ میں کچھ کمی ضرور واقع ہوتی ہے۔ مزاح نگاری اسی صورت حال کا ادبی اظہار ہے، جس سے ہمارے شاعروں اور ادیبوں نے بڑے کام لئے ہیں۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

ضرورت رشتہ

لڑکا عابدِ شب زندہ دار، برسرِ روزگار، سیدزادہ، نیک خُو مزاج سادہ، سینہ کشادہ، دراز کم پست زیادہ، گورا بدن، شیریں سخن، گھنگرالے بال، خوش مقال، آسودہ حال، شعر و شاعری میں بے مثال، ذی مرتبت و روشن خیال، خوبصورتی اور حسن کا دلدادہ، شادی خانہ آبادی پر آمادہ، ذات پات سے بیزار، اپنی مسند اپنی کار، شوقینِ قورمہ و نان، فخرِ خاندان، روزِ ازل سے پریشان کے لئے ایک حسینہ مثلِ حور، چشم مخمور، چہرہ پرنور، امورِ خانہ داری میں ماہر، نسب میں طیب و طاہر، صوم و صلوٰۃ کی پابند، کمسن و صحتمند، کم گفتار و پر وقار، باکردار و باشعار، دیکھنے میں پیاری، ہر نقص سے عاری، دراز قد آہستہ خرام، پیارا سا نام، جس میں الف ہو نہ لام درکار ہے۔

لڑکا ہے گرچہ اناڑی، مگر ہے بیحد کھلاڑی۔ غرض یہ کہ اس کے پاس ہے چھوٹی سی دوکان، کیوں نہ ہو ذی ذیشان، گدی میں ہے زبان، دل میں ہے طوفان، رشتہ کے لئے روزِ ازل سے ہے پریشان۔ مزید بات چیت بالمشافہ، یا بذریعہ مکتوب ولفافہ، کہ امر بذا داخلِ صیغۂ راز ہے، شریفوں، نجیبوں کا یہی انداز ہے۔ جلدی کی جے، ہمت سے کام لیجے۔

ایکچیو لی آپ ڈونٹ نو!

اگر آپ کسی بھی برطانوی یا امریکی یونیورسٹی میں داخلے کے لئے انگریزی بطور غیر ملکی زبان کا امتحان دینے کے لئے بیٹھیں اور اس طرح کی انگریزی لکھیں تو آپ کتنے نمبر حاصل کر پائیں گے؟ یا کسی انگریزی مباحثے میں اس طرح کی زبان استعمال کریں گے تو باقی شرکاء آپ کے سر کو پیپر ویٹ یا سامنے پڑے ہوئے گلاس سے نشانہ بنانے کے لئے کتنی دیر نہیں سوچیں گے؟

Well, now a days I am facing so much masail that my zindagi become a takleef deh joke. But I have to samna it. There is no choice baqi.

اور آپ غلط انگریزی بولنے سے کتنے خوف زدہ ہوتے ہیں، کس طرح اپنے تلفظ اور گرامر کو درست رکھنے کے لئے محنت کرتے ہیں کہ کہیں ہماری جہالت نہ سامنے آ جائے، کہیں ہم مذاق کا نشانہ نہ بن جائیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جب ہم اردو یا اپنی ہی کوئی مادری زبان بولتے ہیں تو اس وقت ہمارے اندر وہ خدشات کیوں جنم نہیں لیتے جو انگریزی کا ایک بھی جملہ منہ سے نکلنے سے پہلے ہمارے گرد سانپ کی طرح کنڈلی ڈال لیتے ہیں۔

اَیکچیو لی آج کل کی دنیا میں کومپیٹیشن اتنا کٹ تھروٹ ہو گیا ہے کہ اپوئنٹ کو لائٹلی نہیں لینا چاہئے۔ جب تک ہماری پروڈکٹ کمپیٹیٹو نہیں ہوگی اٹ از اِمپوسیبل ٹو سروائیوان دِس ماحول۔ میرے کو میری مدر کی یہ بات یاد آ رہی ہے کہ جب تک ہم ٹروتھ فُل نہیں ہوئیں گے، ہمارے وَرڈز کو کوئی امپورٹینس نہیں دے گا۔

تسی اِس طرحاں کرو کہ لیفٹ ٹرن لے کے جدوں راؤنڈ اباؤٹ کروس کرو گے تے یو وِل فائنڈ اے پان والا کھوکھا۔ دَیٹ بندہ نوز می ویری ویل۔ اوتوانوں میرے ہاؤس وَل گائیڈ کردیوے گا۔ میرا گھر اِز ویری اِیزی ٹو فائنڈ۔ تسی مِس کر ہی نہیں سکدے۔

(وسعت اللہ خان کی تحریر)

سب سے بڑا چاند۔ سب سے بڑا سمندر

ہبل ٹیلی سکوپ کی مدد سے مشتری کے گرد رقصاں 'ارورا' روشنیوں کے بارے میں تحقیق کی جارہی ہے۔ اس دوران سائنسدانوں نے معلوم کیا ہے کہ مشتری کا چاند نظام شمسی کا سب سے بڑا چاند ہے، جس کی برف کی تہہ میں ایک بیحد گہرا سمندر پایا جاتا ہے۔ مشتری کے چاند 'گیمنڈ' کی تین اہم خصوصیات ہیں:

(1) حجم کے اعتبار سے یہ دیگر ہر چاند سے بڑا ہے (2) اس پر پانی موجود ہے (3) اس چاند کی اپنی مقناطیسی فیلڈ ہے، جس کا ملاپ جب مشتری کی مقناطیسی فیلڈ سے ہوتا ہے تو مختلف قسم کی روشنیاں ان دونوں کے درمیان رقصاں دکھائی دیتی ہیں، جو 'ارورا' لائٹس کے نام سے جانی جاتی ہیں۔

کیا موجودہ انسانی دَور 1610 میں شروع ہوا؟

سائنسدانوں کے مطابق زمین پر برفانی دَور کا خاتمہ 11,500 سال قبل ہوا اور 1610 میں زمین کی برفانی تہوں میں کاربن ڈائی آکسائیڈ اپنی کم ترین مقدار میں تھی۔ تحقیق کرنے والوں کا یہ دعویٰ کہ موجودہ انسانی دَور کا آغاز 1610 سے ہوا ایک دلچسپ بحث کو جنم دیتا ہے، مگر اس کے لئے مزید قوی شواہد درکار ہیں۔

(از بی بی سی اردو ڈاٹ کام)

تعلیم پانے آیا تھا میں اِس خیال سے
شاید مرا شمار ہو اہلِ کمال میں
کیا کہیئے کیسے گزرے ہیں لنڈن کے چار دن
دو فیکٹری میں کٹ گئے دو ہسپتال میں

☆☆

پروفیسر ہی جب آتے ہوں ہفتہ وار کالج میں
تو اونچا کیوں نہ ہو تعلیم کا معیار کالج میں
وہ ڈگری کی بجائے میم لے کر لوٹ آیا ہے
ملا تھا داخلہ جس کو سمندر پار کالج میں

☆☆

بیوی سے لڑائی ختم ہوگئی؟

ہاں! کیوں نہ ہوتی؟ وہ گھٹنے ٹیک کر میرے پاس آئی تھی۔

اچھا! لیکن تمہاری بیوی نے گھٹنے ٹیک کر تم سے کیا کہا؟

یہی کہ اب چارپائی کے نیچے سے نکل آؤ، تمہیں اور کچھ نہیں کہوں گی۔

☆☆

ذرّوں کی کہانی - آصف کی زبانی

تحقیقی ملاقات پر جواب طلبی (آصف علی پرویز)

دوست: پچھلی ملاقات میں آپ نے بتایا تھا ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی رہائش کا بالآخر معقول انتظام ہوگیا۔ اب ذرا اُن کے تدریس کے انداز کے بارے میں بتائیں۔

آصف: آپ نے نہایت اعلیٰ طریق پر پڑھانے کا انداز اپنایا۔ چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ ربوہ نے چند ماہ آپ سے ایم اے میں ریاضی پڑھنے کا اعزاز پایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ آپ کی تحریک پر ریاضی کے کورس کو جدید تقاضوں کے مطابق کیا گیا۔ اسی طرح لائبریری کیلئے بھی حساب کی نئی کتب خریدی گئیں۔ آپ پڑھانے میں بڑے باقاعدہ تھے۔ جب کلاس کا وقت ہوتا تو آپ کلاس میں آجاتے۔ آپ کلاس کیلئے باقاعدہ نوٹس لکھتے اور ان کی مدد سے پڑھاتے۔

دوست: آپ بھی تو M.Sc کی کلاسوں کو پڑھاتے رہے ہیں۔ کیا M.Sc کو پڑھانے اور جونیئر کلاسوں کو پڑھانے میں کوئی فرق ہوتا ہے؟

آصف: بہت ہوتا ہے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ M.Sc میں مجھے پڑھانے کیلئے بجلی ومقناطیس Electricity and Magnetism کا مضمون تفویض ہوا۔ یہ ایک نسبتاً مشکل مضمون سمجھا جاتا ہے۔ مجھے پڑھانے کیلئے بعض اوقات طلباء سے بھی زیادہ محنت کرنی پڑتی تھی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ پروفیسر عبدالسلام صاحب یہی مضمون پنجاب یونیورسٹی اور پھر کیمبرج میں پڑھاتے رہے۔

دوست: چلیئے آپ کی اپنے ''ہیرو'' کے ساتھ ایک اور مشابہت ہوگئی۔

آصف: اگر تو آپ نے محبت کی وجہ سے یہ بات کی ہے تو ٹھیک وگرنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

دوست: مکرم ومحترم چوہدری حمید اللہ صاحب نے کوئی اور دلچسپ بات بھی بیان کی ہے۔

آصف: آپ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ کلاس کے طلباء نے کہا کہ کل ہم چھٹی کریں گے اور کلاس میں نہیں آئیں گے۔ آپ نے کہا کہ چھٹی نہیں۔ طلباء نے پھر کچھ مزاح سے اور کچھ ضد سے کہا کہ نہیں جناب! کل ہم نہیں آئیں گے۔ اس پر آپ نے جواب دیا کہ میں تو ضرور آؤں گا۔ کوئی کلاس میں ہو یا نہ ہو، میں دیواروں کو لیکچر دے کر چلا جاؤں گا۔ چنانچہ آپ کے اس عزم نے بالآخر طلباء کو قائل کر ہی لیا کہ وہ وقت مقررہ پر کلاس میں آئیں۔

دوست: یہ کیا بات ہوئی کہ اتنے سینئر طلباء اور وہ بھی کلاس سے کھسکنے کا بہانہ!

آصف: کبھی کبھی ایسا ہی ہوجاتا ہے۔ یہ کھسکنے کا بہانہ نہیں بلکہ آپ اسے ''پیار کی ایک ادا'' کہہ سکتے ہیں۔

دوست: کیا آپ کی پہلی M.Sc. کی کلاس نے بھی کوئی ایسی ''ادا'' دکھائی؟

آصف: کیوں نہیں! ہم کوئی آسمان سے اُتری ہوئی مخلوق تو نہیں تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔ گرمیوں کے دن تھے۔ ساری کلاس نے پروگرام بنایا کہ کل ہم کلاس کی بجائے شکار پر جائیں گے۔ تاہم اگر ہم اجازت مانگتے تو شاید نہ ملتی۔ اگلے دن میرے نہایت ہی عزیز دوست منور احمد لاہوری (آپ پی ایچ ڈی کرنے کے بعد امریکہ میں ایک اعلیٰ مقام پر فائز ہیں) شکار کرنے والی بندوق لے آئے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ پہلا پیریڈ پڑھانے والے پروفیسر صاحب کو کسی وجہ سے دیر ہوگئی۔

دوست: آپ نے تو اسے غیبی اشارہ سمجھا ہوگا!

آصف: بس ایسا ہی سمجھ لیجئے۔ چنانچہ ہم نے کتابیں اور نوٹس کے پلندے کلاس میں ہی چھوڑے اور بلیک بورڈ پر ایک اعلان لکھ کر چل دیئے۔

دوست: آپ نے کیا لکھا؟

آصف: ''ساری کلاس شکار پر جارہی ہے۔ ڈھونڈنے کی کوشش مت کیجئے!'' برادرم منور احمد صاحب کا بندوق کا نشانہ بہت خوب تھا۔ چنانچہ ہم نے کئی فاختائیں اور کبوتر شکار کئے۔ جب گرمی کی شدت بہت بڑھی تو ہم نے واپس نیو کیمپس کا رُخ کیا۔

دوست: پھر تو آکر آپ کو مکرم ومحترم پروفیسر نصیر خان صاحب سے خوب جھڑکیاں پڑی ہوں گی۔

آصف: نہیں نہیں! ایسا نہیں ہوا۔ انہوں نے بھی مفت میں کی ہوئی چھٹی کو نظر انداز کردیا اور ہم نے تمام شکار آپ کے قدموں میں ڈھیر کیا۔

دوست: شکار کھاتے ہوئے وہ بھی ضرور سوچتے ہوں گے کہ لڑکوں نے آج کیا کیا؟

آصف: اصل بات یہ ہے کہ M.Sc کی پڑھائی بڑی مشکل ہوتی ہے۔ پھر محترم پروفیسر نصیر خان صاحب نے یہ طریق جاری کیا تھا کہ پانچ دن تو صبح سے شام تک پڑھائی ہوتی تھی اور چھٹے دن اس کا تین گھنٹے کا امتحان ہوتا تھا۔ جس سے اعصاب پر بہت بوجھ پڑتا تھا۔ ایک دن کی چھٹی نے اس بوجھ کو کچھ ہلکا کردیا۔

دوست: شاید یہی وجہ ہے کہ پہلے سال کی کلاس میں سے آپ نے اور ایک دوسرے طالب علم نے پنجاب یونیورسٹی سے Merit Certificate حاصل کیا۔

آصف: یقیناً۔

دوست: پروفیسر عبدالسلام کے گورنمنٹ کالج میں شب وروز کیسے گذرے؟

آصف: واضح ہے کہ آپ کا اکثر وقت پڑھانے میں گذرتا تھا اور ہاں شام کو طلباء کو فٹ بال کھلانے میں بھی۔ لیکن آپ کا اصل میدان تو تحقیق تھا جس کے لئے ماحول کا ہونا بہت ضروری ہوتا ہے۔

دوست: اس سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

آصف: لائبریری ہو جس میں تحقیقی کتب ہوں۔ پھر سائنسی رسالے آتے ہوں جن میں نت نئے مضامین چھپتے ہوں۔ پھر محققین کا ایک گروہ ہو جن سے تبادلہ خیالات کرکے نئے نئے مضامین سامنے آئیں جن پر تحقیق ہوسکے۔

دوست: کیا گورنمنٹ کالج میں ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔

آصف: بالکل نہیں۔ آپ کو لائبریری میں صرف ایک سائنسی رسالہ ملا جو 1939ء کا چھپا ہوا تھا۔

دوست: واقعی یہ تو افسوس کی بات تھی!

آصف: اتفاق ایسا ہوا کہ نوبل انعام یافتہ سائنسدان پروفیسر وولف گنگ پاؤلی Professor Wolfgang Pauli جو ہندوستانی اٹیمی کمیشن کی دعوت پر بمبئی آئے ہوئے تھے ان کی طرف سے آپ کو ایک تار ملا "I am feeling very lonely, can you come to Bombay?" (یعنی میں یہاں بہت اکیلا محسوس کررہا ہوں کیا آپ بمبئی آسکتے ہیں؟) اتفاق سے ان دنوں دسمبر میں موسم سرما کی تعطیلات تھیں اور کالج بند تھا۔ ساتھ آپ کو ہندوستانی اٹیمی کمیشن کے چیئرمین ڈاکٹر ہومی بھابھا کا تار ملا کہ ہم آپ کو ہوائی جہاز کا ٹکٹ بھجوا رہے ہیں۔ اس لئے آپ ضرور بمبئی آئیں۔

دوست: انہوں نے خاص طور پر آپ کو کیوں بلایا؟

آصف: یہ دونوں سائنسدان آپ کی کیمبرج اور پرنسٹن میں کی گئی تحقیق سے بہت متاثر تھے۔ چنانچہ آپ بمبئی گئے اور پروفیسر پاؤلی اور دوسرے پروفیسروں سے تبادلہ خیالات کیا اور تحقیق کیلئے نئے موضوعات لیکر واپس لوٹے۔

دوست: آپ کے پرنسپل صاحب تو اس بات پر بہت خوش ہوئے ہوں گے کہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب دنیا کے چوٹی کے ماہرین سے تبادلہ خیالات کر کے آئے ہیں۔

آصف: ہونا تو ایسے ہی چاہیئے تھا لیکن انہوں نے الٹا آپ کو چارج شیٹ دیکر سخت جواب طلبی کی کہ وہ ان کی باقاعدہ اجازت کے بغیر بیرون ملک کیوں گئے؟

دوست: یہ بھی کوئی بات ہوئی!

آصف: پرنسپل صاحب نے ایک قانون کا سہارا لیا کہ بیرونِ ملک جانے کیلئے حکومت سے No Objection Certificate لینا چاہیئے۔ اور ان کی شکایت ڈائرکٹر تعلیمات ایس ایم شریف صاحب کو کردی۔ چونکہ وہ آپ کی تعلیمی قابلیت اور تحقیقی کام کو جانتے تھے انہوں نے اس قصہ کو بالآخر ''بغیر تنخواہ کے چھٹی'' قرار دے کر کیس کو داخل دفتر کر دیا۔

دوست: ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کو تو بہت صدمہ ہوا ہوگا۔ ہاں! مجھے علم ہے کہ آپ کے ساتھ بھی تو اس سے ملتا جلتا واقعہ ہوا تھا۔

آصف: اب گڑے مردے اُکھاڑنے کا کیا فائدہ! لیکن آپ نے پوچھا ہے تو بتا دیتا ہوں۔ عاجز کی تقرری بطور لیکچرر M.Sc فزکس کا نتیجہ نکلنے سے کئی ماہ پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمادی تھی کیونکہ اس وقت ابھی کالج جماعت کے پاس تھا۔ جب کالج کو قومیا لیا گیا تو محکمہ تعلیم کے ایک اعلیٰ افسر کالج کے معاملات دیکھنے کیلئے آئے۔

دوست: یعنی آپ کے نتیجہ نکلنے کے کوئی دو سال بعد!

آصف: جی ہاں! انہوں نے میری تقرری پر اعتراض کیا کہ کیوں نتیجہ نکلنے سے پہلے مجھے لیکچرر لگا دیا گیا۔ انہیں پرنسپل صاحب نے لاکھ سمجھایا کہ اس وقت کالج ابھی قومیایا نہیں گیا تھا اور ہمیں علم تھا کہ ہمارا طالب علم اچھے نمبروں سے نہ صرف پاس ہوگا بلکہ پنجاب یونیورسٹی سے Merit Certificate بھی لے گا۔

دوست: پھر کیا ہوا؟

آصف: ہونا کیا تھا کہ میری تقرری پر سوالیہ نشان ڈال کر رخصت ہوئے۔

دوست: اب واپس ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی طرف چلتے ہیں۔

آصف: کیوں نہیں! لیکن میرا خیال ہے اگلی محفل میں۔

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے چند ممبران

منور احمد آصف
عرصہ تعلیم 1978-1980

مرزا عبدالشکور
عرصہ تعلیم 1960-1964

محمد سلیم
عرصہ تعلیم 1957-1961

رانا نصیر احمد
عرصہ تعلیم 1978-1982

تعلیم الاسلام کالج...(تعلیم الاسلام کالج کے سابق طالب علم مکرم فیض اسلم صاحب مرحوم کا کالج کے بارے میں کلام)

مرکزِ علم! اے درس گاہ خودی
تُونے ذرّوں کو خورشیدِ تاباں کیا
تُونے کلیوں کو بخشا ہے ذوقِ نمو
تونے قطروں کو ہمدوشِ طوفاں کیا

☆☆

جب بھی آیا کوئی لے کے قلبِ حزیں
تونے اس کو نئی زندگی بخش دی
کتنے ذہنوں نے پائی ہے تجھ سے جلا
کتنے چہروں کو تابندگی بخش دی

☆☆

میں بھی نازاں ہوں تیری ہی آغوش میں
سانس لینے کی مجھ کو سعادت ملی
میری تخئیل کو مل گئیں رفعتیں
میرے دل کو عزائم کی دولت ملی

☆☆

بارہا گو چلیں ظلم کی آندھیاں
تیرے روشن دیے کو بجھا نہ سکیں
تو ہے وہ نقش، باطل کی سب قوّتیں
لوحِ ہستی سے جس کو مٹا نہ سکیں

☆☆

ہر قدم پر مصائب کا تھا سامنا
ہر مصیبت سے عہدہ برآ ہو گئے
تونے ایسے دیا درس علم و عمل
جو تھے راہرو، وہی راہنما ہوگئے

☆☆

مغربی فلسفہ کے جو نخچیر تھے
تیری عظمت کا دم وہ بھی بھرنے لگے
آستانے پہ تیری جو نظریں پڑیں
گردنیں خم عقیدت سے کرنے لگے

☆☆

ایک مردِ مجاہد کی آنکھوں میں جب
عزمِ تعمیرِ نو مسکرانے لگا
بن کے شمعِ شبِ تیرہ تار میں
ارضِ ربوہ پہ تُو جگمگانے لگا

☆☆☆

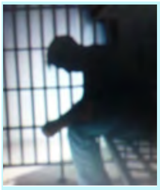

دوزخ سے جنّت تک

(ٹی آئی کالج کے ایک سابق طالب علم کی سفری آپ بیتی)

(قسط اوّل)

بسا اوقات انسان اپنی غلطیوں کی وجہ سے کسی آزمائش میں گرفتار ہو جاتا ہے۔"دوزخ سے جنت تک" کچھ ایسی ہی آزمائش کی گھڑیوں اور شہر دمشق میں گزارے ہوئے صعوبتناک ایام کی ڈائری ہے، جسے مصنف نے لکھا تو اپنی یادداشت کے لئے تھا مگر ایک دوست کے پُر زور اصرار پر اسے باقاعدہ نثری تحریر کی شکل دی۔شاید اس کی کچھ باتیں افسانوی لگیں مگر جہاں تک واقعات کا تعلق ہے وہ اسی طرح ظہور میں آئے، تاہم بیان کے تسلسل اور منظر کشی کے لئے کچھ الفاظ کا اضافہ ضرور کیا گیا ہے تا کہ بات واضح ہو جائے اور لطافت و ذوقِ مطالعہ بھی برقرار رہے۔

آخر کار وہ دن بھی آن پہنچا جب ہم دوستوں کا گروپ کراچی ائرپورٹ کے ٹرمینل کی طرف بڑھ رہا تھا۔آج ہم ملک شام کو پرواز کرنے والے تھے۔ہمارے ٹریول ایجنٹ شکل وصورت سے انتہائی مومن اور پہنچے ہوئے مولانا لگتے تھے۔سفید بے داغ شلوار قمیص، بھرا بھرا چہرہ، لمبی سفید ڈاڑھی، ہاتھ میں تسبیح اور پیشانی پر سجدوں کے گہرے نشان عجیب روحانی منظر پیش کر رہے تھے۔

لوگ ان کی شکل وصورت وغیرہ سے مرعوب ہو کر انہیں حاجی صاحب کہہ کر مخاطب ہو رہے تھے۔کچھ عرصہ قبل میرے ایک دوست نے ان کا غائبانہ تعارف مجھ سے یوں کرایا، کہ یہ صاحب انتہائی نیک دل اور متّقی ہیں، محض انسانی ہمدردی کی خاطر پاکستان میں گھبرائے ہوئے نوجوانوں کو فی سبیل اللہ جرمنی بھجوانے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں، مگر یہ بات جدا ہے کہ اس کا معاوضہ ایڈوانس وصول کرتے ہیں۔

لاہور کی گردآلود فضاؤں اور بھاٹی لوہاری کی بے ہنگم ٹریفک کے بہاؤ میں موٹر بائیک پہ گھومتے ہوئے جرمنی جانے کا خواب دل میں گدگدیاں لینے لگا، جہاں کے بارے یار لوگوں نے بتا رکھا تھا کہ وہاں تو جانوروں سے اتنا پیار کیا جاتا ہے کہ انسانوں کو بھی ان جیسے حقوق حاصل ہیں، مطلب یہ کہ انسانوں سے تو پیار کرتے ہی ہیں مگر جانور بھی اپنے حقوق سے محروم نہیں رہتے۔

میرے ایک بہت ہی پیارے دوست جو چند ماہ قبل جرمنی پہنچے تھے وہاں سے فون کر کر کے جرمنی کی اتنی تعریفیں کیا کرتے تھے کہ سننے والے کا جی چاہتا تھا کہ ابھی اُڑ کر وہاں

پہنچ جائے۔سڑکیں ہموار ایسی کہ گویا شیشے کی بنی ہوئی ہیں، قصائیوں کی شان ایسی کہ ایپرن پہن کر ہمارے ملک کے کسی سرجن سے کم دکھائی نہیں دیتے۔جون جولائی کی لوڈشیڈنگ زدہ تپتی ہوئی دوپہروں میں جب لاہور میں بجلی منہ موڑ کر آپ کو پسینے میں نہلاتی ہے تو ہم یہاں مختلف قسموں کے ملک شیخ (مِلک شیک) پی رہے ہوتے ہیں۔چنانچہ اُن کے فون کے دوران ہمیں محسوس ہوتا کہ فون کرتے ہوئے بھی وہ ملک شیک پی رہے ہیں اور غٹا غٹ کی آوازیں اچھل اچھل کر ہماری سماعتوں سے ٹکرا رہی ہیں، جو ہماری پیاسی روح کو اور بھی تڑپا تڑپا جاتیں۔

اس دوست کی باتیں ہمارے لئے کسی الف لیلوی داستان سے کم نہ تھیں۔سو ہم نے بھی اپنے بڑے بھائی جان مبشر صدیقی صاحب سے، جو اُن دنوں برطانیہ سے پاکستان آئے ہوئے تھے جرمنی جا کر "ملک شیخ" پینے کی خواہش کا اظہار کیا اور جرمنی بھجوانے والے حاجی صاحب کی صفات کا ذکر خوب بڑھا چڑھا کر کیا، جس سے متاثر ہو کر انہوں نے مطلوبہ رقم دینے کی حامی فوراً بھر لی لیکن میں نے وضع داری کی خاطر عرض کیا کہ "رقم صرف اس شرط پر لوں گا کہ یہ قرض حسنہ ہوگا۔" مگر یہ بات انہیں نہیں بتائی کہ آجکل قرض حسنہ اُس قرض کو کہتے ہیں، جسے واپس مانگنے پر قرضدار جواباً صرف ہنس کر بتیسی دکھا دے۔جب رقمیں "تر" جائیں تو پھر "ہائے" نکالا ہی کرتے ہیں۔

رقم لیتے وقت میں نے قومی وقار کا خاص خیال رکھا اور مبشر بھائی پر واضح کر دیا کہ ہم پاکستانی ایک خوددار قوم ہیں، غیر ملکی امداد کو ہاتھ تک لگانا گوارا نہیں کرتے، لہٰذا رقم خاموشی سے پتلون کی دائیں جیب میں ڈال دیں۔(جاری)

(مکرم مبارک صدیقی صاحب کی کتاب "دوزخ سے جنت تک" سے ماخوذ)

ماسٹر پیس تشریح

ایک استاد پرائیویٹ سکول میں میٹرک کی اردو کلاس پڑھاتا ہے۔اس نے اپنے سٹوڈنٹس کا ٹیسٹ لینے کیلئے انہیں کچھ اشعار تشریح کرنے کیلئے دئے۔جواب میں جو سامنے آیا وہ اپنی جگہ ایک ماسٹر پیس ہے۔املاء سے تشریح تک اس دور کے سٹوڈنٹس نے ایک نئی زبان کی بنیاد رکھ دی ہے۔پڑھئے اور دیکھئے کہ پاکستان میں کیسا کیسا ٹیلنٹ بھرا ہوا ہے۔سوالنامہ میں اس شعر کی تشریح کرنے کو کہا گیا تھا:

رنجش ہی سہی، دل ہی دکھانے کے لئے آ
آ پھر سے مجھے چھوڑ کے جانے کے لئے آ

مستقبل کے ایک معمار نے اس کی تشریح میں لکھا کہ یہ شعر نہیں بلکہ گانا ہے جس میں 'مہدی حسن' نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اے میرے محبوب تم میرا دل 'دُکھانے' کیلئے آ تو جاؤ مگر جلدی سے مجھے چھوڑ چلے جانا کیونکہ مجھے ایک فنکشن میں جانا ہے اور میں لیٹ ہو رہا ہوں۔

دوسرا شعر تھا:

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

ایک محنت کش طالب علم نے اس کی بہترین تشریح کرتے ہوئے لکھا کہ اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ مجھے صرف 'سلما ستارے' کا کام کرنے والے جوان اچھے لگتے ہیں اور مجھے محبت بھی انہی جوانوں سے ہے، کیونکہ وہ سارا سارا دن کھڈی پر کمند ڈال کر سوئی دھاگے سے ستارے 'ٹانگتے' رہتے ہیں اور اس چکّر میں نظر کی 'پروا' بھی نہیں کرتے اور اپنی آنکھیں تک خراب کر لیتے ہیں۔

☆☆

تعلیم الاسلام کالج سے وابستہ تصویری یادیں

T. I. College Volleyball team in 1952-1953

Chairs (L to R): Mohammad Ahmad, Prof. Basharat-ur-Rehman (President Volleyball), Hazrat Mirza Nasir Ahmad (Principal), Ghazanfar Ahmad Bajwa (Captain), Mahmood Ahmad
Standing: Mohammad Yahya, Raja Mohammad Aslam, Khadim Hussain Asad, Bashir Ahmad Nutqani, Mohammad Ashraf, Bashir Ahmad Khan Rafiq

Fazal-e-Omar Hostel Office-bearers 1964-65

to R) Ijaz Malik, M. Iqbal Ranjah, Prof.Ch. Muhammad Ali, Hazrat Mirza Na
'rincipal), Prof. Saeedullah Khan, M. Aslam Bajwa, Abdul Ghafoor Ehsan,
(L to R) Zafar Ahmad Zafar, Zubair Ahmad Tarar, Maqbool A. Sethi, Dildar
han, Mohammad Ayyaz Malik, Sarfraz Khan Shad, Masood Ahmad Malhi, Ha
ad Tahir

Fazal-e-Omar Hostel Office bearers 1965-66

Chairs (L to R) Muzaffar Ahmad Vaince, Munawar Ahmad Malik, Saeedullah khan, Prof. Qazi Mohammad Aslam, Hazrat Mirza Nasir Ahmad-Khalifatul Masih III, Prof. Ch. Muhammad Ali , Mahmood Ayyaz Malik, Nasir Ahmad, Dildar Ahmad Khan
Standing (L to R) Ghulam Hussain, Sardar Latif Ahmad, Munir Ahmad Janjua, Suleman Ahmad Tahir, Muhammad Latif, Izazul Haq, Nusrat Ahmad Nasir, Mushtaq Ahmad, Nasrullah Khan Nasir

تعلیم الاسلام کالج سے وابستہ تصویری یادیں

Talimul Islam College Staff with Hazrat Khalifatul Masih III, Convocation in 1966

Chairs (L to R) Dr. Naseer Ahmad Khan, Dr. S, M. Shahid, Sufi Basharat-ur-Rehman, Habibullah Khan, Q. M. Aslam (Principal), Hazrat Mirza Nasir Ahmad-Khalifatul Masih III, Mian Ata-ur-Rehman, Ch. Mohammad Ali, Sh. Mahboob Alam Khalid.
Standing 1st row: M. A. Anwar, A. Rashid Ghani, Sahibzada Mirza Khurshid Ahmad, A. Rashid Fauzi, Habibur-Rehman, M. Arshad, M. Sharif Khalid, Malik Mohammad Abdullah, M. Sharif Khan, Masood Atif, Nasir Parwazi, M. Ibrahim Nasir, Ch. Ataullah, Mubarik A. Ansari, Rafiq A. Saqib, Ch. Hamidullah, Mirza Anas Ahmad, Ch. Hamid Ahmad, Lal Din, M. Sultan Akbar, Rashid, Saeedullah Khan, Munawar Shamim Khalid
Standing 2nd row:Rashid A. Javed, Ijazul Haq, M. Aslam Sabir, M. Arshad Tirmazi, Lutful Mannan, A Jail Sadiq, Anwar Hasan

حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصر ہِ العزیز خلیفتہ المسیح الخامس

تعلیم الاسلام کا لج المنائی امریکہ کے عہدیداران کے ساتھ

شریٹن ہو ٹل ہیرس برگ، پیننسلوانیا ، امریکہ

2 July 2012

کرسیوں پر: دائیں سے با ئیں: عرفان احمد خان (جرمنی)۔ ڈاکٹر ظہیرالدین منصور احمد۔چوہدری ظہیر احمد با جوہ (نا ئب امیر)۔ محمد اقبال خان۔ سید سا جد احمد۔ڈاکٹر ظفر اقبال۔ وسیم احمد ملک۔ ڈاکٹر احسان اللہ ظفر (امیر امریکہ جماعت)۔ سیدنا حضرت مرزا مسرور احمدخلیفتہ المسیح الخامس۔ ڈاکٹر محمد شریف خان (صدر مجلس)۔راجہ نا صر احمد (جنرل سیکریٹری)۔چوہدری محمد اسلم پرویز (فنانس سیکریٹری) ۔مختار احمد۔ڈاکٹر خالد احمد عطا۔سید محمد احمد۔ عبدالحلیم چوہدری۔

کھڑے: دائیں سے با ئیں: اعجاز خان۔ رضوان اکبر۔ حبیب الرحمٰن زیروی (پاکستان)۔مرزا عمر احمد (پاکستان)۔محمد ادریس منیر۔فلا ح الدین شمس۔مرزا احسان احمد۔ داؤد منیر۔حا فظ سمیع اللہ چو ہدری۔مجیب اللہ چو ہدری۔ محمد عظیم قریشی۔مسرور ساجد۔سید عبدالشکور۔ محمد سعید۔مبارک احمد تنویر۔وسیم احمد۔ مظفر احمد ملک۔ ڈاکٹر لعیق احمد

گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج ربوہ (تازہ تصاویر)

گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج ربوہ (تازہ تصاویر)